مقامات پر ہوتی تھیں جن میں ملک کے مشاہیر علما روفضلار، نامور زعمار، خطبار، قائدین اور اہلِ قلم شرکت فرماتے تھے۔ مجلسِ مشاورت کے صدر کی حیثیت سے بلاشبہ سب سے زیادہ فعّال شخصیت حضرت مفتی صاحب مرحوم و مغفور ہی کی تھی۔

مجھے یہ فخر حاصل ہے کہ میں نے مفتی صاحب مرحوم کی خواہش کے مطابق دلی میں رہ کر مجلس مشاورت کی کچھ عرصہ تک اعزازی خدمت کی ہے اور شاید یہ سلسلہ مستقل طور پر قائم رہتا لیکن پہلی ہند پاک جنگ نے بدقسمتی سے اسے یک بیک منقطع کر دیا اور مجھے بھیونڈی واپس آنا پڑا۔

دراصل اُن دنوں مفتی صاحب نہایت پریشان اور بے چین رہتے تھے۔ یا تو وہ مجھے کسی حالت میں چھوڑنے کے لئے تیار نہ تھے یا اب ہر وقت ان کا اصرار تھا کہ میں جلد از جلد گھر پہنچ جاؤں تاکہ گھر والوں کو اُن پر آشوب حالات میں میری غیر موجودگی سے مزید پریشانیوں کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ انھیں میری متنازعہ حیثیت کا اچھی طرح علم تھا۔ وہ جانتے تھے کہ حکومت مجھے تلاش کرے گی اور اپنے مقام پر نہ پانے کی صورت میں گھر والوں کو پریشان کرے گی اور رائی کا پربت بنانے میں کوئی تکلف نہیں برتے گی چنانچہ ریلوے عملے کے اعلان کے مطابق دلّی سے بمبئی کے لئے روانہ ہونے والی آخری ٹرین جنتا ایکسپریس سے بمبئی آگیا اور چند گھنٹے رک کر بھیونڈی پہنچ گیا۔

اس واقعے کے بعد متعدد بار دلّی جانا ہوا اور مفتی صاحب سے برابر ملاقاتیں ہوتی رہیں، وہ مجھ سے مشاورت کے تعلق سے اکثر گفتگو بھی کرتے رہے اور موجود حضرات کے سامنے اپنی شرافتِ طبعی سے مجبور ہو کر میری تعریفیں بھی کرتے رہے مگر پھر مجھے مشاورت کی دفتری ذمہ داریاں سنبھالنے کا موقع نہ مل سکا جس کا ایک اہم سبب یہ تھا کہ میں کسی سیاسی یا مذہبی جماعت سے منسلک نہیں تھا اس لئے محض جذبۂ اخلاص اور حمیتِ قومی کی بنیاد پر کوئی مذہبی یا سیاسی جماعت میری حمایت کرنے کے لئے تیار نہ تھی۔

مفتی صاحب نہایت وسیع القلب انسان تھے۔ تنگ نظری انھیں چھو کر بھی نہیں گزری تھی۔ مجلس مشاورت اس حیثیت سے ایک وفاقی تنظیم رہی ہے کہ اس میں تمام قابلِ ذکر مذہبی اور سیاسی جماعتیں شامل رہی ہیں چنانچہ انھوں نے ہمیشہ کوشش کی کہ ملکی سطح پر بہر صورت یہ اتحاد قائم رہے اور کسی کو شکایت کا موقع نہ ملے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب رہے ورنہ اس دورِ انحطاط میں مسلمانوں کا یہ عالم ہے کہ کسی کا نیک، مخلص اور صادق القول ہونا بھی پسندِ خاطر نہیں ہوتا بلکہ اُن کی مخالفت کی بنیاد بن جاتا ہے۔

شیخ محمد عبداللہ مفتی صاحب کا بہت احترام کرتے تھے۔ مفتی صاحب بھی ان کا خاص طور پر خیال رکھتے تھے۔ مشاورت کی نشستوں میں ایسا بھی ہوا کہ شیخ محمد عبداللہ، مرزا افضل بیگ، میر واعظ مولوی فاروق، مولانا ابواللیث، مولانا محمد مسلم، محمد اسمٰعیل صاحب، ڈاکٹر عبدالجلیل فریدی، شہزادہ یوسف نجم الدین، ابراہیم سلیمان سیٹھ، صلاح الدین اویسی، غلام محمد میمن، ایڈوکیٹ احمد بخش، مولانا ضیاء الحق دہلوی اور مفتی صاحب موجود ہیں اور بحث و مباحثہ زور شور سے جاری ہے کہ تجاویز مرتب کرنے کا وقت آگیا۔ ظاہر ہے کہ سب سے پہلے مولانا محمد مسلم صاحب ہی پر نظر پڑنی چاہیئے جن کو مرحوم لکھتے ہوئے دل رُکتا ہے کہ اُن سے بہتر اردو میں تجویز لکھنا کسی اور کے بس کی بات نہیں تھی اور انگریزی میں ان کا بکمالِ خوبی ترجمہ کرنے کے لئے مرزا افضل بیگ کی موجودگی میں کسی اور کو منتخب کرنا ممکن نہیں تھا۔ چنانچہ یہ اہم کام ان دو حضرات کو تفویض کیا گیا اور مجھ بے بضاعت کو بھی نہ جانے کیا سمجھ کر اُن سے منسلک کر دیا گیا۔ شاید مفتی صاحب اور مسلم صاحب تعلقِ خاطر کی بنا پر یہی چاہتے تھے۔

مرزا افضل بیگ مجھ سے واقف نہ تھے۔ وہ پہلی بار مشاورت کی نشست میں شریک ہوئے تھے۔ مسلم صاحب یہ سمجھ کر کہ ہم ایک دوسرے سے متعارف ہیں، غلط فہمی میں

پڑے رہے۔ مرزا افضل بیگ اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں ماہرانہ دستگاہ رکھتے تھے۔ مجھے اُن کے ترجمہ کرنے کی زبردست صلاحیت پر سخت حیرت تھی۔ اتفاقاً دیکھئے کہ ایک مقام پر مرزا صاحب یکایک رک گئے اور میں نے غیرارادی طور پر جملہ پورا کر دیا یہ سمجھ کر کہ مرزا صاحب وہی الفاظ کہیں گے جو میری زبان سے نکلے تھے۔ مرزا صاحب چونک پڑے اور میری طرف توصیفی نظروں سے دیکھ کر مسکرائے۔ افسوس کہ میرے ان سے بہت قریبی تعلقات قائم نہ ہو سکے اور پھر کچھ عرصہ کے بعد شیخ عبداللہ سے سیاسی اختلاف نے اُن کو افقِ سیاست سے بالکل غائب ہی کر دیا اور پھر وہ جلد ہی انتقال بھی کر گئے۔

ایک مرتبہ "بچوں کا گھر" دریا گنج میں مجلس مشاورت کا اجلاس ہو رہا تھا۔ تقریباً تمام اکابرِ ملت تشریف رکھتے تھے۔ مفتی صاحب نے مجھے دوپہر کے بعد کی دوسری نشست میں اظہارِ خیال کے لئے طلب فرمایا۔ میں نے اپنی تقریر میں مجلس مشاورت میں شامل بعض مذہبی اور سیاسی جماعتوں کی قابلِ اعتراض حرکتوں پر کسی قدر سختی سے گرفت کی اور تو کوئی کچھ نہیں بولا بلکہ جناب محمد اسمٰعیل صاحب صدر انڈین یونین مسلم لیگ اپنی تقریر میں بڑی محبت سے ہلکا سا اشارہ کر کے گزر گئے لیکن ابراہیم سلیمان سیٹھ مجھ پر بری طرح برس پڑے۔ اس سے پہلے کہ میں اپنا دفاع کرتا، صدر کی حیثیت سے مفتی صاحب کچھ بولنے ہی والے تھے کہ شیخ عبداللہ نے مضطرب ہو کر اونچی آواز میں ابراہیم سلیمان سیٹھ سے پوچھا کہ آخر راہی صاحب نے غلط کیا کہا ہے۔ اس کا جواب دیجئے۔ بہرحال بیچ بچاؤ کیا گیا اور بات ختم ہو گئی۔

میں شیخ عبداللہ صاحب کی اس بروقت دفاعی مداخلت کو شاید کبھی نہ بھول سکوں گا۔ انھوں نے صرف ایک اصولی طور پر سچی بات کہی تھی مگر میرے دل میں ہمیشہ کے لئے نقش ہو گئی۔ میں نے جماعتِ اسلامی، بمبئی کے تعلق سے بھی چند جملے کہے تھے لیکن حضرت مولانا

ابواللیث اور مولانا محمد مسلم کے دلوں میں کبھی مجھے ہلکا سا میل بھی محسوس نہیں ہوا بلکہ وہ مجھ سے ہمیشہ خندہ پیشانی سے ملتے ہوتے رہے۔

مفتی صاحب کے دل میں بھیونڈی آنے کی بڑی خواہش تھی۔ظاہر ہے وہ اُن دنوں میرے سوا کسی اور سے اس کا اظہار نہیں کرسکتے تھے۔ندوۃ المصنفین کے دفتر واقع قرول باغ کو فسادات میں زبردست نقصان پہنچایا گیا تھا۔اس کی تلافی تو خیر کیا ہوسکتی تھی البتہ بھیونڈی سے مالی معاونت حاصل کی جاسکتی تھی۔بھیونڈی کے مزاج سے شاید میں بڑی حد تک واقف ہوں لہٰذا میں نے انھیں سفر کا پروگرام بنانے کے لئے کہہ دیا لیکن یہ بات بھی واضح کردی کہ وہ اس مقام سے بہت بڑی توقع وابستہ نہ کریں۔مفتی صاحب بھیونڈی تشریف لائے اور بے حد خوش اور مطمئن واپس ہوئے۔اللہ کے فضل سے ایک اچھی سی رقم تھوڑی سی کوششوں سے اکٹھی ہوگئی اور ادارہ کے کام آئی۔اس سلسلہ کی تعارفی مجلس مرحوم محمد مبین ماسٹر کے دولت کدہ پر منعقد کی گئی تھی جس میں شہر کے عمائدین شریک تھے۔

مفتی صاحب سے میں اکثر شکایت کرتا تھا کہ وہ میرے خطوط کے جواب نہیں دیتے۔ایک مرتبہ میری شدید شکایت پر انھوں نے فرمایا۔"راہی صاحب آپ تو جانتے ہیں میں بہت مصروف رہتا ہوں۔پھر کوتاہ قلم بھی واقع ہُوا ہوں۔خیال نہ فرمایا کریں" لیکن اس کے باوجود میرے نام اُن کے بھیجے ہوئے خطوط میرے پاس موجود ہیں جن کی تصویری نقلیں (زیروکس) روانہ کررہا ہوں۔

"برہان" کا ایک خاص مزاج ہے۔اُس میں کسی قسم کا رطب و یابس نہیں چھپتا۔ادبیات کا معیار بھی بہت بلند ہوتا ہے۔میں نے بہت سوچ سمجھ کر ایک غزل بھیجی تھی۔غزل اہتمام سے چھپی جس پر مجھے بمبئی یونیورسٹی کے مشہور و معروف ڈاکٹر فرید صاحب اور چند نامور پروفیسروں نے مبارکباد دی۔

مفتی صاحب سے میرے تعلقات کی داستان بہت طویل ہے۔وہ ایک بے حد